جمہوریت اور خلافت

جمہوری طرزِ حکومت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے۔ گویا جمہوریت میں فیصلہ کن حیثیت عددی کثرت کو حاصل ہوتی ہے اور اس میں اصل شئے جس کے حصول کے کوشش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ عوام کی ''اکثریت'' کو ہر جائز و ناجائز اور صحیح و غیر صحیح معاملے میں بطورِ دلیل اور بطورِ فیصلہ کن عامل قبول کیا جائے۔ اس جمہوری طرزِ حکومت و سیاست کو استبدادی عفریت بھی کہا گیا ہے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری!

عددی کثرت لازماً عدل وانصاف اور حریت ومساوات کی ضامن نہیں' بلکہ اس کے برعکس عددی کثرت ظلم' استبداد اور استحصال کا عنوانِ کامل بھی بن جاتی ہے۔ آج جمہوریت کی آڑ میں مسلمان ممالک میں جو ظالمانہ کھیل کھیلا جا رہا ہے وہ اسی حقیقت کا غماز ہے۔

آج کے دور میں جمہوری طرزِ حکومت و سیاست ایک ایسا اصل الاصول قرار پا چکا ہے کہ جس سے علیحدہ کسی دوسرے طرزِ حکومت و سیاست کا تصور بھی ناممکن ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کی انسان پر جمہوری فرماں روائی نے طبقاتی ناانصافی' معاشی ناہمواری' غربت و افلاس اور اباحیت و الحاد کے ایسے ایسے مناظر دکھلائے ہیں کہ ہر ذی شعور انسان آزادی کی اس نام نہاد نیلم پری کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہمارے تجزیے کے مطابق عددی کثرت کا ظلم و استحصال کی علامت بن جانا اس لیے ممکن ہوتا ہے— بلکہ یقینی ہوتا ہے کہ ''عدد'' کی تعریف میں ہر قسم کا وہ عدد شمار کیا جاتا ہے کہ جس کے پاس ایک مخصوص عمر سے متجاوز ہونے کا دستاویزی ثبوت موجود ہو۔ گویا اس لحاظ سے جمہوری طرزِ حکومت و سیاست میں ہر ایک شخص کی رائے دوسرے شخص کی رائے کے ہم پلّہ اور ہم وزن ہے' چاہے ان میں سے ایک حرص و ہوا کا بندہ اور فسق و فجور کا دلدادہ ہو......' جبکہ دوسرا ایثار و قربانی اور نیکی و تقویٰ کا بہترین نمونہ۔ گویا اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کوئی شخص عالم ہو یا جاہل' عادل و منصف ہو یا ظالم و جابر' متقی اور پرہیزگار ہو یا فاسق و فاجر...... ان کی جملہ امور...... یعنی ملت' ریاست' معاشرت' معیشت' تمدّن حتیٰ کہ دین و مذہب کے بارے میں بھی آراء ہم وزن اور ہم پلہ ہوتی ہیں۔

حکومت و سیاست کے حوالے سے مسلمانوں کی تاریخ اور اسلامی لٹریچر ''امارت'' اور ''خلافت'' کی اصطلاحات سے مزیّن ہے۔ اسلامی لٹریچر میں خلافت کے مقاصد کے ذیل میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ شریعت کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو بغیر اجتماعِ کامل کے انجام نہیں پا سکتے۔ ان احکامِ شریعت میں حدود و تعزیرات کا اجراء' فیصلوں اور قضیوں کا اہتمام' رفعِ خصومات' جیوش اور عساکر کی ترتیب اور جہاد اور دفاعِ سلطنت

وغیرہ ایسے اہم امور شامل ہیں۔ ان مقاصد کا حصول کسی قوتِ جامع اور قوتِ نافذہ کے بغیر ممکن نہیں...... اور اسی کے لیے ''خلافت'' کا ادارہ عطا ہوا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک جامع الصفات شخصیت کا بطور خلیفۃ المسلمین تقرر کیا جائے جس کی نگرانی اور سرکردگی میں یہ اجتماعی مقاصد حاصل ہوں۔

مقاصد مذکورہ بالا اور شرعی نصوص کے اعتبار سے علمائے اہل سنت نے خلیفۃ المسلمین کے لیے جو شرائط ضروری قرار دی ہیں اُن میں سے بعض اہم شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

☆ وہ مسلمان ہو اور اس کے عقائد و نظریات اسلام کے مسلمات کے خلاف نہ ہوں۔
☆ وہ عاقل و بالغ ہو اور کسی اعتبار سے عقل و شعور کی پسماندگی کا حامل نہ ہو۔
☆ وہ مرد ہو...... گویا عورت کی خلافت درست نہیں۔
☆ اس کے حواسِ خمسہ صحیح کام کرتے ہوں...... اس اعتبار سے کسی گونگے' بہرے یا نابینا کی خلافت درست نہیں۔
☆ وہ بہادر ہو اور بزدل نہ ہو۔
☆ وہ صاحب الرائے ہو اور معاملہ فہم ہو۔
☆ وہ آرام طلب اور ناتجربہ کار نہ ہو۔
☆ وہ عادل ہو' گناہوں سے بچنے والا ہو۔
☆ وہ علم دین سے آراستہ ہو اور اجتہاد کی لیاقت اور اہلیت بھی رکھتا ہو...... وغیرہ۔

مقاصدِ خلافت اور اہلیتِ خلیفہ کی بعض اہم شرائط کا یہاں حوالہ بطور یاددہانی ہے...... کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۔ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۔ اس بحث سے قطع نظر کہ آج کے دور میں خلافت شخصی ہوگی یا اجتماعی...... اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی حکمرانی اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے قانون سازی کے لئے اصحابِ حل و عقد کی کیفیت اور نوعیت کیا ہونی چاہیے......؟ کیا آج کے مسلم حکمران اس کے اہل ہیں کہ انہیں مسلمانوں کا جائز حکمران قرار دیا جائے......؟ کیا جمہوریت پر زور (emphasis) کی اصل وجہ یہ تو نہیں کہ اسلامی طرزِ حکومت و سیاست میں ان نام نہاد لیڈران کا کوئی رول (role) نہیں جو آج انتہائی طمطراق سے مسلمانوں کے ''منتخب نمائندے'' قرار پاتے ہیں......؟ انہی سوالات کے ذیل میں یہ بات بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ اگر حکمرانی اور قانون سازی کے لیے اہلیت کی مذکورہ اساسات واقعتاً نافذ العمل ہو جائیں تو کیا آج کے بڑے بڑے مسائل حل ہونے کے امکانات پیدا نہ ہو جائیں گے اور نظامِ خلافت کی برکات کا حصول کیا پھر بھی محض ایک خواب ہی رہ جائے گا......؟

سطورِ بالا کو رقم کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ عوام و خواص کے سامنے اُس بھولے ہوئے سبق کو دُہرا دیا جائے جس پر ہماری حیاتِ ملّی کا دار و مدار ہے...... خاص طور پر اُن مذہبی عناصر کے سامنے جو یا تو جمہوریت کی جدوجہد میں اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ ان کی اور سیکولر عناصر کی سیاست میں شاید ہی کچھ فرق رہ گیا ہو...... یا وہ جو حکومت و سیاست سے ایسی دستبرداری اختیار کیے ہوئے ہیں کہ اسے ''دنیاداری'' قرار دے کر عوام الناس کے دین کو محض نماز روزے تک محدود کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

اللھم ارنا الحَقَّ حقًّا وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه ——— آمین!